

”اللہ کی قسم!“

میں کوئی عذر نہیں رکھتا تھا۔“

کاوش

ڈاکٹر عبداللہ سلفی



# ”اللہ کی قسم! میں کوئی عذر نہیں رکھتا تھا۔“

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان  
(غزوہ تبوک میں جہاد کی شرکت سے رہ جانے والے صحابی کی دل کو ہلادینی والی عبرت بھری سچی داستان)

کاوش

ڈاکٹر عبداللہ السلفی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک ایسے صحابی کی داستان جو اسلام کی خاطر کئی معرکوں میں شرکت کر چکا تھا، اور جس کا جسم اللہ کی راہ میں لگنے والے زخم اپنے اوپر سجائے ہوئے تھا۔ مگر محض ایک قافلہ جہاد کے چھوٹ جانے سے جو اس کے ساتھ جو بیتی وہ کسی عذاب سے کم نہ تھی!!

سہ اور سخت گرمی کے دن تھے اور چرند، پرند اور انسان سایہ اور ٹھنڈے پانی کے آرزو مند نظر آتے تھے۔ لوگ تنگی اور قحط سالی سے دوچار تھے۔ فصلیں پک چکی تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ایک جانثار نے یہ خبر دی کہ اہل روم (صلیبی) مدینہ منورہ پر حملے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں اور اس مقصد کے لئے وہ ایک عظیم اتحاد بنانے جا رہے ہیں، تاکہ مدینہ سے اٹھنے والی اس انقلابی دعوت کو جو کہ تمام ادیان اور نظاموں کو مات دیتی چلی جا رہی تھی، کا خاتمہ اس کی بنیاد (مدینہ) ہی سے کر دیا جائے۔ تو آپ ﷺ نے اس خطرناک منصوبہ بندی اور حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے، محض اس انٹیلی جنس رپورٹ پر پورے مدینہ میں جہاد کی تیاری کا حکم عام جاری کر دیا۔ (افسوس صد افسوس! آج منصوبہ بندی و اتحاد چھوڑ، کفار کے لشکر اپنے اہداف حاصل کرتے گئے، ملکوں پر قابض ہوئے، مسلمان عورتوں، بوڑھوں، بچوں کا قتل عام، پاکباز بہنوں بیٹیوں کی عصمتیں پامال، مسجدیں مسمار، وسائل پر قبضے اور اس سے بڑھ کر محمد کریم کی حرمت پر حملے، قرآن کا جلانا وغیرہ کسی بھی ذی شعور سے پوشیدہ نہیں مگر۔۔۔۔۔ ہم اللہ کی راہ میں نکلنا تو کیا اس تیاری سے ہی اعراض کیے ہوئے ہیں۔)

اس موقع پر اللہ نے ایمان کے دعوے داروں کا امتحان لیا۔ اس موقع پر ایمان کا دعویٰ کرنے والے ۳ گروہوں میں منقسم ہوئے۔

## اللہ کے قسم! میں کوئی عذر نہیں رکھتا تھا۔

ایک وہ جن لوگوں کے دلوں میں ایمان رچ بس چکا تھا وہ پورے انہماک کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلنے کی تیاریوں میں لگ گئے۔ کوئی اپنی تلوار، نیزہ و برچھی کو تیز کرنے لگ گیا، کسی نے نشانہ بازی کی مشق شروع کی اور کوئی اپنی سواری کو تیار کرنے لگا۔ اور پھر جب نبی ﷺ کی جہاد فٹڈ کے لیے پھیلی جھولی دیکھ کر شمع نبوت کے پروانے رہ نہ سکے، کوئی اپنے گھر کا پورا سامان سمیٹ لایا تو کوئی آدھا! کسی نے سونے کے انبار لگائے تو کوئی رات بھر یہودی کی مزدوری کر کے چند کلو کھجوریں لے آیا۔ الغرض، اہل ایمان سب حکم جہاد کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔

لیکن اس وقت ایمان کے دعوے داروں کا دوسرا گروہ، جو مسجد نبوی میں، آپ ﷺ کی امامت میں، صحابہ کی صفوں میں کھڑے ہو کر سجدے کرتے۔ روزے رکھتے، حج کرتے اور دوسری اسلامی احکامات پر ظاہراً عمل پیرا نظر آتے۔ جیسے ہی ان نامناسب حالات میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلنے کا حکم آیا تو سب پر غشی طاری ہو گئی۔ کوئی اپنے گھر کے کھلے رہنے کا بہانہ لے کر آیا تو کوئی کچی فصلوں کو بنیاد بنا کر رخصت کی درخواست لیے پھر رہا تھا، کسی کی بیوی اور بچے اس کی فکر بنے اور کسی کی تجارت و مال! الغرض ایمان کے یہ دعوے دار جہاد فی سبیل اللہ سے اپنا جی چراتے نظر آئے۔ اور تو اور خود رکنا تو تھا ہی، اہل ایمان کو بھی اپنا سالانہ عمل اپنانے پر ابھارتے رہے!

تو اللہ نے قرآن (سورہ توبہ) میں واضح کر دیا کہ ان کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے

تیسرا گروہ ایسے اہل ایمان کا تھا جو حقیقی عذر رکھتے تھے اور اللہ نے قرآن (سورہ توبہ) میں ان کا عذر قبول فرماتے ہوئے رخصت دے دی۔

جب کہ تین اصحاب رسول ایسے بھی تھے جو اسلام کی خاطر کئی معرکوں میں شرکت کر چکے تھے، جو پہلے گروہ میں سے تھے مگر محض ذرا سی سستی انہیں تباہی کے دہانے پر لے آئی تھی۔۔۔ انہی میں سے ایک صحابی کا نصیحت آموز واقعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں جہاد و مجاہدین اسلام سے محبت اور انکی جان و مال سے مدد کرنے والا بنائے۔ اور ہماری کاوشیں قبول فرما کر ہمیں بروز قیامت شہدا کا ساتھ نصیب فرمائے۔

آمین یا رب العلمین!

الداغی الی الخیر

ڈاکٹر عبداللہ السلفی

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تعالیٰ کا واقعہ بے انتہاد لچسپ اور رقت آمیز ہے۔ یہ انہوں نے اس وقت خود ہی بیان فرمایا جب بوڑھے اور بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔

فرماتے ہیں میرا واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں شرکت تبوک سے پیچھے رہ گیا اس وقت میں انتہائی خوش حالی میں تھا۔ اس سے پہلے دو سواریاں میرے پاس کبھی جمع نہیں ہوئی تھیں اور اس جنگ میں تو دو سواریاں بھی میں نے خرید رکھی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو عام طور پر اس خبر کو پھیلنے نہ دیتے۔ جب یہ جنگ ہوئی تو سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ دور دراز اور جنگوں کا سفر درپیش تھا اور کثیر التعداد دشمن سے سامنا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امور میں مسلمانوں کو آزاد کر رکھا تھا کہ جس طرح چاہیں دشمن کے مقابلے کی تیاری کر لیں اور اپنا ارادہ مسلمانوں پر ظاہر فرمادیا تھا۔ اور مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کثیر تعداد میں تھے کہ ان کا اندراج رجسٹر پر نہ ہو سکتا تھا۔ کعب رضی اللہ عنہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے کہ جن کی غیر حاضری کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو سکتا تھا بلکہ گمان تھا کہ کثرت لشکر کی وجہ سے غائب رہنے کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بھی نہ ہو سکے گا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی علم نہ ہو جائے۔ یہ لڑائی جس وقت ہوئی وہ زمانہ پھلوں کے پکنے کا تھا۔ سایہ گستری بار آوری اور خنکی کا موسم تھا ایسے زمانہ میں میری طبیعت آرام طلبی اور راحت گیری کی طرف بہت مائل ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ میں صبح اٹھ کر جہاد کی تیاری کے لئے باہر نکلتا لیکن خالی ہاتھ واپس ہوتا۔ تیاری اور اسباب سفر کی خریداری وغیرہ کچھ نہ کرتا۔ دل بہلا لیتا کہ جب میں چاہوں گا دم بھر میں تیاری کر لوں گا۔ دن گزرتے چلے گئے۔ لوگوں نے تیاریاں مکمل کر لیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ مسلمان جہاد کیلئے روانہ ہو گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ ایک دو دن بعد تیاری کر کے میں بھی مل جاؤں گا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر بہت دور جا چکا تھا میں تیاری کیلئے باہر نکلا، لیکن پھر بغیر تیاری کے واپس آ گیا حتیٰ کہ ہر روز یہی ہوتا رہا دن نکل گئے۔

لشکر تبوک پہنچ گیا۔ اب میں نے کوچ کا ارادہ کر لیا کہ جلدی سے پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو جاؤں۔ کاش اب بھی کوچ کر جاتا۔ لیکن آخر کار یہ بھی نہ ہو سکا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب کبھی میں بازار میں نکلتا تو مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا کہ جو مسلمان نظر آتا ہے اس پر یا تو نفاق کی



پھٹکار نظر آتی ہے یا ایسے مسلمان دکھائی دیتے ہیں جو واقعی اللہ کی طرف سے معذور لنگڑے لوگ تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچ چکے تو مجھے یاد فرمایا اور پوچھا کعب بن مالک کیا کر رہا ہے تو نبی سلم کے ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کو خوش عیشی اور آرام طلبی نے مدینے ہی میں روک لیا ہے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے غلط خیال قائم کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں تو بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو میں سخت پریشان تھا کہ اب کیا کروں؟ میں غلط حیلے سوچنے لگا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عتاب سے محفوظ رہ سکوں۔ چنانچہ ہر ایک سے رائے لینے لگا۔ اور جب معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں تو اب غلط سوچ و بچار سے دستبردار ہو گیا۔

اب میں نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ میں کسی طرح بھی نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ سچ کہنے کا ارادہ کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آئے تو سب سے پہلے مسجد گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی، پھر لوگوں کے ساتھ مجلس کی۔ اب جنگ میں شریک نہ ہونے والے آ کر عذر و معذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسی (80) سے کچھ اوپر تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم ظاہر ان کی بات قبول کیے جارہے تھے اور ان کی کوتاہیوں کے لئے طلب مغفرت کر رہے تھے۔ میری باری آئی میں نے آ کر سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں آؤ، میں سامنے جا بیٹھا۔ مجھ سے فرمایا: تم کیوں رکے رہے؟ کیا تم نے تیاری جہاد کیلئے خریداری نہیں کر لی تھی؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں اس وقت آپ ﷺ کے سوا کسی اور سے بات کرتا تو صاف صاف بری ہو جاتا کیوں کہ مجھے بحث و تکرار اور معذرت کرنا خوب آتا ہے لیکن اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ اس وقت تو جھوٹی بات بنا کر میں آپ ﷺ کو راضی کر لوں گا۔ لیکن بہت جلد ہی اللہ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر میں سچ سچ کہہ دیا تو حسین عاقبت کی مجھے اللہ کی طرف سے امید ہو سکتی ہے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم میں کوئی معقول عذر نہیں رکھتا تھا۔ میرے پاس عدم شرکت جنگ کا درحقیقت کوئی حیلہ نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں یہ تو سچ کہتا ہے۔ اچھا اب تم چلے جاؤ اور انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے چنانچہ میں چلا گیا۔ بنی سلمہ کے لوگ بھی میرے ساتھ اٹھے اور ساتھ ہو لئے۔ اور کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم نے تمہیں پہلے کوئی خطا کرتے نہیں دیکھا ہے دوسرے لوگوں نے جیسے عذرات پیش کر دیئے تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ بھی عذر نہیں کیا۔ ورنہ نبی کریم ﷺ نے

دوسروں کیلئے جیسے استغفار کیا تھا تمہارے لئے بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استغفار کافی ہوتا۔ غرض کہ لوگوں نے اس بات پر اس قدر زور دیا کہ میں نے ایک بار یہ ارادہ کر ہی لیا کہ پھر واپس جاؤں اور کوئی عذر تراش دوں۔

لیکن میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میری طرح کیا کسی اور کی بھی صورت حال ہے۔ کہا ہاں تمہاری طرح کے اور دو آدمی ہیں۔ جنہوں نے سچ سچ کہہ دیا ہے میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ کہا گیا مرارہ بن الربیع العامری اور ہلال بن امیہ الواقفی۔ کہا گیا یہ دونوں مرد صالح ہیں، بدر میں شریک تھے۔ اب میرے سامنے ان کا نقش قدم تھا اسے لئے میں دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ گیا۔ اب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے سلام کلام کرنے سے لوگوں کو ممانعت کر دی ہے اور لوگوں نے ہمارا بالکل بائیکاٹ کر دیا ہے اور ہم ایسے بدل گئے کہ زمین پر رہنا ہمیں بوجھ معلوم ہونے لگا۔ ہم پر اس ترک تعلقات کے پچاس دن گزر گئے ان دونوں نے تو منہ چھپا کر خانہ نشینی ہی اختیار کر لی، روتے پیٹتے رہے میں ذرا سخت مزاج تھا۔ قوت برداشت تھی، جا کر جماعت کے ساتھ برابر نماز پڑھتا تھا۔ بازاروں میں گھومتا تھا لیکن مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہتے۔ میں سلام کرتا اور دیکھتا کہ جواب سلام کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ ہلتے کہ نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی نماز پڑھ لیتا۔ کنکھیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا، میں نماز پڑھنے لگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو جاتا تو نظر پھیر لیتے۔

جب اس بائیکاٹ کی مدت لمبی ہوتی گئی تو میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھاند کر ان کے یہاں گیا وہ میرے پچازاد بھائی تھے۔ میں انہیں بہت چاہتا تھا۔ سلام کیا واللہ انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابو قتادہ! تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نہیں جانتے میں اللہ کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ سن کر خاموش ہو گئے۔ میں نے اللہ کی قسم دے کر بات کی پھر کچھ نہ بولے، میں نے پھر قسم دی کچھ بھی نہ کہا، لیکن انجان پن سے بولے۔ اللہ اور اس کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر دیوار پھاند کر واپس ہو گیا۔

ایک دن بازار مدینہ میں گھوم رہا تھا کہ شام کا ایک قبطنی جو مدینہ کے بازار میں کھانے کی کچھ چیزیں بیچ رہا تھا، لوگوں سے کہنے لگا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا کوئی پتہ دے۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میرے پاس

آیا اور شاہ غسان کا ایک مکتوب میرے حوالے کیا۔ چونکہ میں پڑھا لکھا تھا، پڑھا تو لکھا تھا کہ: "ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارے آقا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر سختی کی ہے۔ اللہ نے تمہیں کوئی معمولی آدمی تو نہیں بنایا ہے۔ تم کوئی گرے پڑے نہیں ہو۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمہیں نواز دیں گے۔" میں نے یہ پڑھ کر کہا: میرے اللہ! یہ تو نئی مصیبت آپڑی۔ میں نے اس مکتوب کو آگ میں جھونک دیا اور جب پچاس میں چالیس دن گزر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے علیحدہ ہو۔ میں نے پوچھا کیا حکم ہے کہ طلاق دوں؟ کہا نہیں صرف الگ رہو، قربت نہ کرنا، کہا کہ دوسرے دونوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی عورت سے کہہ دیا کہ میکے چلی جاؤ حتیٰ کہ اللہ کا کوئی حکم پہنچے۔ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہلال ایک شیخ ضعیف ہے اس کی خدمت کیلئے کوئی آدمی نہیں۔ اگر میں ان کی خدمت میں لگی رہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نا منظور تو نہ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا لیکن وہ تم سے قربت نہ کرے کہنے لگی اس غریب کو تو ہلنا جلنا مشکل ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کے دن سے آج تک لگاتار روتا رہتا ہے۔

میرے گھر والوں میں سے ایک نے کہا تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی سے خدمت لینے کی اجازت حاصل کر لو جیسے کہ ہلال کو اجازت مل گئی۔ میں نے کہا اللہ کی قسم میں اس بات کی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست نہ کروں گا۔ نہ معلوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائیں گے، میں نوجوان آدمی ہوں مجھے کسی سے درخواست لینے کی ضرورت نہیں۔ اب ہم نے مزید دس دن گزارے اور لوگوں کے قطع تعلق کو پچاس دن گزر گئے۔ پچاسویں دن کی صبح اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ کر میں اس حال میں بیٹھا ہوا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے یعنی میری جان مجھ پر بھاری معلوم ہو رہی تھی۔ یہ وسیع دنیا مجھے تنگ محسوس ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑی پر سے ایک پکارنے والے کی آواز میرے کان میں پڑی کہ وہ بلند آواز میں چیخ رہا تھا کہ "اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ۔" یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ نے میری توبہ قبول کر لی۔ مصیبت کا زمانہ گزر گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع سنا دی، کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کیلئے دوڑے۔ ان دونوں کے پاس بھی گئے اور میرے پاس



## اللہ کے قسم! میں کوئی عذر نہیں رکھتا تھا۔

بھی ایک سوار تیز گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ لیکن پہاڑی پر چڑھ کر آواز دینے والا زیادہ کامیاب رہا کہ جلد تر مجھے خبر مل گئی کیوں کہ گھوڑے کی رفتار سے آواز کی رفتار تیز تر ہوتی ہے۔

چنانچہ جب وہ شخص مجھ سے ملا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو اس خوشخبری دینے کے صلے میں اپنے کپڑے اتار کر میں نے اسے پہنا دیئے۔ واللہ میرے پاس اس وقت دوسرا جوڑا نہیں تھا میں نے اپنے لئے مستعار (تیار شدہ) کپڑے لے کر پہن لئے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا۔ لوگ مجھے راہ میں جوق در جوق ملتے اور مبارک باد دیتے جاتے۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبید اللہ دوڑ پڑے، مجھ سے مصافحہ کر کے مبارک باد دی۔ مہاجرین میں سے کسی نے ان کے سوا یہ اقدام نہیں کیا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس خلوص کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ میں نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (مبارک) خوشی سے چمک اٹھا۔ کہنے لگے: خوش ہو جاؤ جب سے تم پیدا ہوئے ایسی خوشی کا دن تم پر نہ آیا ہوگا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بشارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یا اللہ کی طرف سے؟ فرمانے لگے اللہ کی طرف سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (مبارک) چمک اٹھتا تھا۔ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی آپ کے چہرہ (مبارک) ہی سے ظاہر ہو جاتی۔

میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قبولیت توبہ کی یہ برکت ہونی چاہیے کہ میں اپنا سارا مال و متاع اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں لٹا دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں کچھ رکھو اور کچھ صدقہ کر دو۔ یہی بہتر صورت ہے میں نے کہا خیر سے جو حصہ مجھے ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچائی کی برکتوں کے سبب اللہ نے مجھے نجات بخشی۔ اللہ کی قسم میں نے جب سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے راست گئی کا ذکر کیا پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ آئندہ بھی کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بلوائے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی سچ بولنے کی توفیق دے۔ آمین

(بخاری شریف)

('' صحیح اسلامی واقعات ''، صفحہ نمبر 89-80)